

اغنیاء کے اموال میں فقراء کا حق

حافظ محمد سعد اللہ

مندرجہ بالا عنوان کی وضاحت اور اس عنوان میں درج دعویٰ کے اثبات سے قبل اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ مال و دولت کی جو اضافت اغنیاء اور دولت مندوں کی طرف ہے شرعی نقطہ نگاہ سے اس کی اصلیت کیا ہے اور کسی بھی چیز پر انسان کی ملکیت اور اس کے تصرف کی اسلام میں حقیقت کیا ہے؟ بعد ازاں اس چیز کا جائزہ لیں گے کہ شریعت نے اغنیاء کے مال میں فقراء کا حق کیوں اور کتنی مصالح کے تحت رکھا ہے؟ کن حالات میں رکھا ہے؟ اور یہ حق اغنیاء کے مال سے کس طرح اور کتنی شکلوں میں وصول کیا جائے گا۔

مال و دولت اور ملکیت کی حقیقت:

شریعت اسلامیہ کے اولين اور بنیادی مأخذ قرآن مجید کی تصریحات کے مطابق مال و دولت خواہ کسی شکل میں ہو، اللہ کریم کا پیدا کردہ اور اصلاً اسی کی ملکیت ہے۔ کائنات کی کوئی چیز حتیٰ کہ اس کا ایک حصہ بھی بنیادی طور پر انسان کی ملک نہیں۔ دوسرا اشیاء کا کیا ذکر خود اپنی ذات پر بھی انسان کو اس قسم کے مالکانہ حقوق حاصل نہیں کر سکتا جسم و جان کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہے کرے۔ یہی وجہ ہے کہ خود کشی شریعت میں ناجائز اور حرام ہے۔ اس کے مالکانہ حقوق جن چیزوں پر بھی ہیں اللہ تعالیٰ ہی کے بخشے ہوئے ہیں۔ اس کی اپنی جان، جسم اور قوتیں، زمین کھیت گھر یا راس کا سارا مال اور اس کی تمام الملک اللہ کی طرف سے اسے امانتاً پردازی گئی ہیں۔ وہ ہر قسم کے اموال و مقوپات کا امین اور کیشیر ہے نہ کہ خود مختار مالک۔ اپنے قبضے میں کل مال و دولت اور جملہ اشیاء پر اس کی ملکیت مجازی ہے نہ کہ حقیقی۔

سورة المؤمنون میں قرآن مجید کا ارشاد ہے:

قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون ۝ سیقولون لله

(سورۃ المؤمنون: ۸۲-۸۵)

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی صحیح نہیں دیکھا (امام محمد اور ایں شافعی) ☆

علیٰ و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رجب المرجب ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

”اے محبوب! آپ پوچھیں کہ زمین اور اس کی ساری موجودات کس کی ملک ہیں؟
 بتاؤ اگر تمہیں علم ہے؟ تو وہ جواب دیں گے سب کچھ اللہ کا ہے۔“

پھر تھوڑا سا آگے چل کر فرمایا:

قل من بیده ملکوت کل شیء..... سیقولون لِلّهِ (سورہ المؤمنون: ۸۸)
”پوچھئے کہ ساری چیزوں کی بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے..... تو وہ کہیں گے کہ اللہ
کے ہاتھ میں۔“

سورہ بقرہ میں فرمایا:

لِلّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (سورہ البقرہ: ۲۸۳)
”اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔“

سورہ نور میں ارشادربانی ہے:

وَ اتُوْهِمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي اتَاكُمْ (سورہ نور: ۳۳)
”اور انہیں (غلاموں کو) اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔“
یہاں مال کی اضافت اللہ کی طرف کر کے یہ حقیقت تازہ اور ذہن نشین کرادی کہ یہ مال
تمہارا اپنا ہے کب؟ جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ ہی کا تو ہو گا۔

القرآن یُفَسِّر بعْضُهُ بعْضًا۔ ”(قرآن کا بعض خود اپنے بعض کی تفسیر کرتا ہے)۔“
کے مطابق اس کی وجہ بھی قرآن مجید نے ایک دوسری جگہ بڑے منطقی اور عقلی انداز میں بتاؤ ہے کہ
انسان زیادہ سے زیادہ بھی تو کر سکتا ہے کہ عمل پیدائش میں اپنی کوشش صرف کرے لیکن اس کوشش کو
باراً اور کرنا اور اس سے پیداوار کا مہیا کرنا خدا کے سوا کون کر سکتا ہے؟ انسان کے بس میں اتنا ہی تو
ہے کہ وہ زمین میں نیج ڈال دے پھر اس نیج کو کوپل اور کوپل کو درخت بنانا تو کسی اور ہی کا کام
ہے۔ ارشاد ہے:

اَفْرَءَ يَتَمَ مَا تَحْرِثُونَ ۝ اَنْتُمْ تَزَرَّعُونَهُ اَمْ نَحْنُ الْزَارُونَ ۝
”اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو یا ہم ہیں (اس کے) اگانے
والے۔“

ظاہر ہے زمین میں یہ صلاحیت رکھنا کہ دانہ کو نشوونما رے سکے، دانہ میں یہ استعداد کہ مٹی

☆ قال الشافعی رحمه الله تعالى: الفقهاء كلهم عيال ایسی حنفیہ فی الفقه ☆
موسوعہ فهارس مجلات علمیہ | دینی رشتہاں و جماعتیہ | باجماع اشارة

علیٰ و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۲۹ (۱۳۲۳ھ) ربیع الرجب ۱۳۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

سے نمو حاصل کر سکے، گرمی، روشنی، ہوا، پانی وغیرہ سے استفادہ کی قابلیت ان سب کو قوت سے فعل میں لانا۔ مناسب وقت پر مناسب مقدار میں بارش، اوقات مقرر پر مقدار مقرر میں آفتاب کی تابش غرض نظام زراعت کی ساری مشینی اور عوامل کو حرکت میں لانا اللہ کا کام ہے نہ کہ بندے کا۔

سورہ طیبین شریف میں ہے:

لیا کلو امن ثمرہ و ما عملته ایدیہم افلا یشکرون ۵ (سورۃ الحدید: ۶۲-۶۳)

”(ہم نے زمین میں چشمے جاری کئے) تا کہ وہ درختوں کے پھل کھائیں حالانکہ یہ پھل

ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائے سو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔“

اس آیت کریمہ میں ”وَمَا عِمِّلْتُهُ أَيْدِيهِمْ“ کا جملہ بڑا قابل غور ہے۔ ساری دنیا خدائی قادرت و انتظام سے الگ ہو کر، اگر مل کر بھی کوشش کرے کہ تم ریزی و آپاشی کے متاثر غلہ، پھل وغیرہ کی شکل میں حاصل کرے تو ممکن نہیں۔ یقیناً ان مسیبات کو انہیں متاثر کی صورت میں ظاہر کرنا خاص الخاص قادرت خداوندی ہے۔ اس اظہر من الشیخ حقیقت کا بھی انسان اگر اعتراض نہ کرے تو اس سے بڑھ کر منعم حقیقی کی ناشکری کیا ہو سکتی ہے۔

ملکیت بطور نائب:

پھر سورۃ الحدید کی ایک آیت میں بالکل واضح اور صاف صاف لفظوں میں فرمادیا گیا ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے۔ اس میں اس کی حیثیت نائب اور خلیفہ کی ہے نہ کہ اصل مالک کی۔ فرمایا:

و انفقوا ممَا جلکم مُسْتَخْلِفِينَ فِيهِ (سورۃ طیبین: ۲۵)

”اور اس مال میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں (اپنا) نائب و خلیفہ بنایا ہے۔“

مندرجہ بالا آیات بالخصوص سورۃ الحدید کی یہ آیت اس بات میں واضح نص ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ مال و دولت، زر، زمین، منقولہ وغیرہ منقولہ الملک ہیں ان کا اصل مالک اللہ ہے، انسان ہمیں نائب کے طور پر ان الملک میں تصرف کا جائز ہے۔ ظاہر ہے نائب و خلیفہ کا تصرف انہی حدود کے اندر اور انہی مقاصد کے تحت ہوتا چاہے جو مالک حقیقی نے مقرر کر دیئے ہوں۔ نائب کو

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونی شریعت ہی کا دوسرا نام ہے اسلامی ہے ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فتنہ اسلامی رجب المرجب ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء
وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل مالک کے ہوں اور اسے ان ذمہ دار یوں کو بھی ادا کرنا ہو گا جو
مالک نے اس پر عائد کی چیز۔ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس مشہوم کو یوں ادا فرمایا ہے:

ان الاموال التي في ايديكم انما هي اموال الله بخلقه و انشائه لها ثم انه
تعالى جعلها تحت يد المكلف و تحت تصرفه ليتسع بها على وفق اذن الشرع
فالملتف في تصرفه في هذا الاموال بمنزلة الوكيل والنائب والخلفية فوجب ان
يسهل عليكم الانفاق من تلك الاموال كما يسهل على الرجل النفقة من مال غيره
اذا اذن له فيه۔ (۲)

”بیشک وہ تمام اموال جو تمہارے ہاتھوں (قبضے) میں میں بلاشبہ وہ اللہ کے اموال ہیں
کیونکہ اسی نے ان کو بیدا فرمایا ہے پھر اس نے ان اموال کو ملکف (انسان) کے ہاتھ اور تصرف میں
کر دیا تاکہ وہ (انسان ان سے شریعت کے اذن کے مطابق نفع اٹھائے پس انسان ان اموال کے
اندر اپنے تصرف میں بمنزلہ وکیل نائب اور خلیفہ کے ہے جب ملکیت کی حقیقت یہ ہے تو ضروری ہے
کہ تم پر ان اموال میں سے خرچ کرنا آسان ہو جیسا کہ آدمی پر اپنے غیر کے مال میں سے خرچ کرنا
آسان ہوتا ہے جب کہ وہ اسے اس میں سے خرچ کرنے کی اجازت دے۔

آزاد اور خود مختار ملکیت کی مذمت:

مال و دولت کی اصل حقیقت جب معلوم ہوئی تو پہنچا کہ شریعت میں انسان کے ماکانہ
حقوق مطلق نہیں بلکہ مقدم ہیں۔ چنانچہ انسان کو اپنی زیر تصرف اشیاء پر ”ملکیت“ تو حاصل ہے مگر یہ
ملکیت آزاد خود مختار اور بے لام نہیں۔ اس پر دولت کے اصل مالک کی طرف سے کچھ حدود و قیود اور
پابندیاں عائد ہیں ماکانہ تصرف کے باب میں خود کو پوری طرح آزاد سمجھنا گمراہ قوموں اور بگڑے
ہوئے افراد کا شعار قارونی فکر اور غیر موتانہ سوچ ہے۔ قرآن مجید نے قوم حضرت شعیب علیہ
السلام کا ایک مقولہ نقل فرماتے ہوئے اس سوچ اور نظریے کا نہتہ کے پیرائے میں ذکر کیا ہے۔
حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ لوگوں کا ان
کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور اس طرح تجارتی خیانتوں اور مالی معاملات میں بدیعتی کر
کے زمین میں فساد نہ پھیلاو تو انہوں نے کہا۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کاسن ولادت ۸۰۵ھجری اور سن وفات ۸۵۰ھجری ہے ☆

علیٰ و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رجب المجب ۱۴۲۳ھ ۲۷ ستمبر ۲۰۰۳ء
یشعیب اصولوتک تامرک ان ترک ما یعبد اباء نا او ان ن فعل فی امولانا
مانشاء۔ (سورۃ ہود: ۸۷)

”اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں اسی بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے آباء و اجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں یا اپنے اموال میں اپنی مرضی کے مطابق تعریف کرنا ترک کر دیں۔“
یہ لوگ چونکہ ”اموال“ کو حقیقتاً ”اپنا“ (اموالنا) سمجھتے تھے اس لئے ”نفعُ مَا نَشَاءُ“ (جو چاہیں کریں) کا دعویٰ اور سوچ اس کا لازمی تیجہ تھا یہی فکر سرمایہ داری کی روح ہے اور قرآن کریم نے جیسا کہ پیچھے گزر چکا، سورۃ نور میں اپنے اموال ”اموالنا“ کے لفظ کو ”مال اللہ“ (اللہ کا مال) کے الفاظ سے بدل کر سرمایہ دارانہ سوچ کی اسی بنیاد پر ضرب لگائی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ”الذی اتاَکُمْ“ (جو اس نے تمہیں دیا ہے) فرما کر اشتراکیت کی جڑ بھی کاٹ دی ہے جو سرے سے انسان کی انفرادی ملکیت ہی کا انکار کرتی ہے اس کے بعد اسلام اموال پر انسان کی ملکیت کا قائل تو ہے مگر بے لگام اور آزاد ملکیت کا نہیں۔ اسلام میں اس پر مال و دولت کے اصل مالک کی طرف سے کچھ پابندیاں عائد ہیں جس جگہ وہ اس دولت کو خرچ کرنے کا حکم دے، وہاں اس کے لئے ایک نائب اور امین کی طرح خرچ کرنا لازمی ہے اور جہاں خرچ کرنے کی ممانعت فرمادے وہاں رک جانا ضروری ہے۔

قرآن مجید قارون کا قصہ سن کر آگاہ کرتا ہے کہ دنیوی مال و متاع کو الہی ہدایت سے بے نیاز ہو کر برستے کا انعام بہت برا ہے۔ ذیل کی آیات اس ذہنیت کی عکاسی کرتی ہیں جس کو شریعت مثانا چاہتی ہے اور ساتھ ہی ان آیات میں مطلوبہ ذہنیت کی طرف رہنمائی بھی ہے۔

ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغیٰ علیہم و اتیاه من الكثوز ما ان مفاتحه لشوة بالعصبة اولی القوۃ اذ قال له، قومه لا تفرح ان الله لا يحب الفرحين ۵ وابتغ فيما اتاك الله الدار الآخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا و احسن كما احسن الله اليك ولا تبغ الفساد في الارض ط ان الله لا يحب المفسدين ۶ قال انما اوتیه على علم عندی.

”بے شک قارون مویٰ (علیہ السلام) کی قوم کا فرد تھا لیکن اس نے ان کے خلاف مشکرانہ روشن اختیار کی۔ ہم نے اسے اتنے خرائے عنایت فرمائے تھے کہ اس کی کنجیاں ایک طاقتور

☆ مامالکن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ مجری میں اور وفات سن ۹۷ مجری میں ہوئی ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۳۲۶ ربیع المرجب ۱۴۲۲ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

جماعت کو گر ابخار کر دیتی تھیں۔ (اس کے انکلار کا یہ عالم تھا کہ) جب اس کی قوم نے اس سے کہا ”ازامت اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور جو کچھ اللہ کریم نے تجھے عطا فرمائکا ہے اس کے ذریعے آخرت (کی بھلائی) طلب کر اور اس دنیا سے (بھی) اپنا حصہ نہ بھول۔ جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تو بھی (دوسرا سے انسانوں کے ساتھ) احسان کر۔ اور زمین میں (اپنے اس روئی سے) فادا نہ چاہ بلاشبہ اللہ فسادیوں کو پسند نہیں فرماتا۔“ تو وہ بولا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے اپنے ذاتی علم و لیاقت اور ہمدردی کی بنا پر ہی ملا ہے۔

اس آیت نے اسلام کے فلسفہ ملکیت کو خوب کھوں کر بیان کر دیا ہے کہ

الف۔ اخنان کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے وہ اللہ کا عطا کردہ ہے (اتاک اللہ)۔

ب۔ چونکہ مال و دولت اللہ کا دیا ہوا ہے لہذا اس پر انسان کا تصرف حکم خداوندی کے تابع ہو گا۔ اب حکم خداوندی دو شکلیں ہیں۔

ایک یہ کہ وہ انسان کو اس بات کا حکم دے کہ مال کا کچھ حصہ کسی دولتے کو دیدے۔ اس کی تفہیل اس لئے ضروری ہے کہ اللہ نے اس پر احسان کیا ہے تو وہ اسے دوسرا ضرورتمندوں اور حاجتمندوں پر احسان کا حکم دے سکتا ہے۔ (وَأَنْحِسْنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ)۔

دوسری شکل یہ ہے کہ وہ انسان کو اس دولت کے تصرف سے روک دے اس کا بھی اس کو اختیار ہے کیونکہ وہ اسے دولت کے کسی ایسے استعمال کی اجازت نہیں دے سکتا جس سے اجتماعی خرابیاں پیدا ہوں اور زمین و معاشرے میں شر و فساد پہلی۔ (وَلَا تَبْغِي الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ)۔

معیشت میں انصاف اور مُواسات نہ کہ مساوات:

قبل اس کے کہ یہ عرض کیا جائے کہ اغیانے کے مال و دولت میں مال و دولت کے اصل اور حقیقی مالک (اللہ) نے غرباء و مسکین مظلوموں تھیوں، اپاہوں ضرورت مندوں حاجتمندوں، تھیوں، بیواؤں، محروم المعمیش لوگوں اور معاشی زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والوں کا لازمی حق رکھا ہے، یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ اسلام میں اغیانے اور فقراء کی یہ درجہ بندی اور تقسیم کیوں ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اسلام اپنے احکام و قوانین میں کہیں بھی فطری چیزوں کو مماننا نہیں چاہتا۔ فطرت اور طبیعت کو جہاں بھی منع کرنے کی کوشش کی جائے گی اس کا انجام انسانی

لام محمد بن اور لیں شافعی رحمۃ اللہ علیہ کائن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۳ ہجری ہے ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۳۲ رجب المربج ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

معاشرے کے لئے نقصان دہ ہی ثابت ہو گا۔ معیشت میں لوگوں کے درمیان تفاوت یعنی کسی کا دولت مند ہونا اور کسی کا حاجتمند، کسی کا امیر ہونا اور کسی کا غریب کسی کا غنی ہونا اور کسی کا فقیر یہ تکونی مصالح کے تحت ہے نہ کہ تشریعی مصالح کے تحت سورہ الانعام کے آخر میں فرمایا گیا ہے۔

و هو الذی جعلکم خلیف الارض و رفع بعضکم فوق بعض ط درجت
بیلوکم فی ما اتاکم.

”(اور وہ (اللہ کریم) وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے ایک کے رتبے دوسرا پر بلند کئے تاکہ وہ تمہیں ان چیزوں میں آزمائے جو اس نے تم کو دے رکھی ہیں)۔“

یہاں مراد طبعی اور تکونی فرق مراتب سے ہے کہ کوئی تمدنست ہے کوئی بیمار، کوئی قوی کوئی کمزور، کوئی حاکم کوئی حکوم، کوئی مرد کوئی عورت، کوئی زردار کوئی نادار، اور ساتھ ہی اس کی علت بھی بتاوی گئی ہے کہ فرقی مراتب سے مقصود انسانوں کی آزمائش کرنا ہے کہ جس آدمی کو اللہ کریم نے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ نعمتوں عطا فرم رکھی ہیں وہ کہاں تک اپنے مالک کے کہنے اور اس کی مرضی پر ان نعمتوں کو کام میں لاتا ہے اور جسے کسی تکونی مصلحت کے تحت کوئی چیز کم دی گئی ہے وہ اس پر کہاں تک صابر و شاکر اور قانع رہتا ہے اور کس حد تک حمد کی آگ سے بچا رہتا ہے۔ ہم تکونی نظام کے مکلف ہیں میں تو فرق کی گنجائش ہے مگر ”حق معیشت“ میں تفاوت و فرق کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ ”حق معیشت“ میں مساوات قائم رکھنے کے لئے شریعت نے اللہ کے نائب یعنی خلیفہ کو بہت سے اختیارات دیئے ہیں، جن کو بروئے کارلا کروہ اس مساوات کو قائم رکھے گا۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کریم نے قیامت تک زمین کو انسانوں کے ذریعے ہی آباد رکھنا ہے۔ دنیا کی اس آبادی، چہل پہل، رنگارنگی، حسن اور انتظام کے لئے بھی عقلی طور پر لازمی ہے کہ لوگوں کے درمیان رزق اور معیشت کے معاملے میں تفاوت قائم رہے ورنہ اس نظام کا چلنا مشکل ہو جائے گا۔ اس چیز کی طرف اشارہ قرآن مجید نے یوں فرمایا ہے:

نَحْنُ قَسْمًا بَيْنِهِمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ط

درجت ليتخد بعضهم بعضاً سخرياً۔ (سورة الزخرف: ۳۲)

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من العبد ☆ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھماری ہے

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رب المجبون ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

”ہم نے ہی ان کے درمیان ان کی دنیوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کر کی ہے اور ہم نے ایک کے درجے دوسرے سے بلند کر رکھے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔“
 ظاہر ہے لوگوں کا رزق میں ایک دوسرے پر تفویق صالحیتوں اور قابلیتوں میں تفویق و برتری کی مانند ہے۔ جس طرح انسانوں میں بعض پست قد ہیں اور بعض دراز قد، بعض بد صورت ہیں اور بعض خوبصورت، بعض محنتی ہیں اور بعض کام چور و بے کار، بعض کند ذہن ہیں اور بعض زیر ک، بعض کمزور ہیں اور بعض طاقتوساً طرح بعض تنگدست ہیں اور بعض کشادہ رزق اور یہ بات اس دنیاوی زندگی کے مزاج و فطرت کے عین مطابق ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ارادہ و اختیار کی قوت دے کر اسے ابتلاء و امتحان میں ڈالا ہے جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا اس کا بھی یہ تقاضا ہے کہ انسانوں میں رزق کے معاملے میں فرق مراتب ہو۔ الختیر مال کی کمی بیشی کسی ذاتی زوال و مکال کی دلیل نہیں بلکہ خدا کی تقسیم کردہ معیشت میں بندوں کا پرچہ امتحانی ہے۔ احساس ذمہ داری کا امتحان، اجتماعی اخوت کا امتحان۔ خدا کے بندوں تک ان کا گم شدہ حصہ رزق پہنچانے کی دیانت کا امتحان اور یہ امتحان کہ کمی پر صبر کرنے والے اور بیشی پر شکر کرنے والے اور ان دونوں جذبوں کا حق ادا کرنے والے کون لوگ ہیں۔

اس سلسلے میں معروف ہندی محدث علی متفقی نے کنز العمال میں ایک بڑی ایمان افروز اور حقیقت نما روایت نقل کی ہے کہ:

”اللہ کریم نے حضرت موسیٰ بن عمران کی طرف وحی نازل فرمائی..... فرمایا اے موسیٰ! میں نے فقیروں اور غریبوں کو (غربت و افلas میں) اس لئے مجبور نہیں کیا ہے کہ میرا خزانہ ان کے لئے نگک ہے اور میری رحمت میں ان کے لئے گنجائش نہیں بلکہ یہ چیز اس وجہ سے ہے کہ میں نے مالداروں کے مال میں غرباء کے لئے اتنا فرض قرار دیا ہے جو ان کے لئے کافی ہو۔ میں نے ارادہ کیا کہ مالداروں کی آزمائش کروں کہ غریبوں کے لئے ان کے مال میں، میں نے جو کچھ واجب کیا ہے اس کے بارے میں ان کی روشن کیسی ہے کیونکہ میں نے ان پر اپنی نعمت تمام کر دی اور دنیا میں ان کے لئے کئی گناہ اضافہ کیا کم از کم ایک نیکی کا صلدیں گناہ۔“

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ٹھنڈی نہیں : (محدث بو زرع)

موسوعہ فہارس مجلات علمیہ | دینی رشائل و جزاً کا جامع ارشادی

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۳۵ رجب المجب ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۳ء
اے موئی! غربیوں کے لئے خزان بن کر مزور کے لئے حکم قلعہ اور پناہ چاہئے والے
کے لئے پناہ دینے والے بن کر رہو گے تو ہر ختنی میں، میں تمہارا ساتھی اور تھائی میں تمہارا انس و غنوار
ہوں گا اور ہمیشہ تمہاری نگرانی و حفاظت کروں گا۔” (۱)

اسلام میں درجاتِ معیشت کے اندر بعض تکمیلی مصالح کے تحت فرق ضرور ہے مگر حق
معیشت میں اسلام انصافِ مؤسسات، ہمدردی اور غنواری کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کو یہ بات سخت
نالپسند ہے کہ امت مسلمہ کے مختلف افراد کے درمیان اتنا تفاوت پایا جائے کچھ لوگ تو عیش و عشرت
کی زندگی گزاریں اور دوسرے لوگ خستہ حال اور پریشان ہوں اور یہ خستہ حالی، مغلی، فاقہ کشی اور
کپڑوں سے نگہ رہنے کی حد تک جا پہنچے۔ مسلم شریف میں حضرت جو یہ سے مردی ہے کہ ہم ایک
مرتبہ شروع دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھتے تھے کہ کچھ لوگ نگہ پاؤں نگے
جسم دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ قبیلہ مضر
سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اس فخر و فاقہ اور خستہ حالی کو دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔
پریشانی میں آپ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے۔ پھر آپ نے حضرت
بلال کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خطبے میں آپ نے سورۃ
نساء کی ابتدائی آیت کریمہ اور سورۃ الحشر کی آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُنْظِرُ نَفْسًا مَا
قَدَّمَتْ إِلَيْهِ“ پڑھ کر لوگوں کو اپنے غریب مفلس اور حاجتمند بھائیوں پر صدقۃ کی ترغیب دیتے
ہوئے فرمایا کہ ہر آدمی چاہے اس کے پاس ایک ہی دینار ہو، ایک ہی درهم ہو ایک ہی کپڑا ہو ایک
صاع گندم کا ایک صاع کھبور کا ہواں میں سے صدقۃ کرے حتیٰ کہ اگر اس کے پاس ایک کھبور ہے
تو کھبور کے مکڑے سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔ آپ کا فرمانا تھا کہ لوگ گھروں کو دوڑ کھڑے
ہوئے اور دھڑا دھڑا حسب توفیق چیزیں لانے لگے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں کپڑوں
اور کھانے کے دو ڈھیرا گا۔ گئے۔ صحابہ کرام کے اس جذبہ ہمدردی اور مؤسسات کو دیکھ کر دوسرے
فقراء کی ضرورت کو اس طرح پورا ہوتے دیکھ کر

رأیت وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم يتھلّ كأنه مذهبة (۱)

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے یوں کھل اٹھا گویا کہ وہ

چکتا ہوا سونے کا ایک مکڑا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمیا کرتے کہ : امام الک اور سفیان بن عینہ نہ ہوتے تو ہجڑے سے علم رخصت ہے
موسوعہ فہارس مجلات علمیہ این راست انجام کا پابند استاری

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رجب المجب ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء ۴۳۶

اسلام نے اس چیز کو ایمان کے ہی منافی قرار دیا ہے کہ ایک آدمی خود تو خوب سیر ہو کر کھالے اور اس کے پڑوں میں رہنے والا رات بھوکے ہی بس کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سن۔

لیس المؤمن باللذی یشبع و جارہ جائع الی جنبه۔ رواہ البیهقی فی شعب

الایمان۔ (۲)

”وَهُوَ خُصْبٌ كَامِلٌ مَؤْمِنٌ نَّبِيْسٌ جُو خُودُ تُو سِيرٌ هُو اَرَاسٌ كَامِلٌ پَرَادِيْسٌ اَسٌ كَامِلٌ پَهْلَوٌ مَيْسٌ بِحُوكَا پَرَادِيْسٌ“
یہ انسانی طبیعت اور فطرت ہے کہ ہر آدمی مالی خوشحالی، فارغ البالی اور مکان لہاس خوراک وغیرہ کے معاملے میں وسعت و فراخی چاہتا ہے۔ اسلام نے ایمان کا ایک اصول اور تقاضا یہ بتایا ہے کہ جو چیز تم اپنے لئے پسند کرتے ہو جب تک وہی چیز دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں کرو گے کامل الائیمان نہیں کھلا دے گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا يَؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّى يَعْبُدْ لَا خِيَهْ مَا يَحْبُبْ لِنَفْسِهِ۔ (۱)

”تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک کامل ایماندار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔“

قرآن اپنے ماننے والوں کو جا بجا ایثار، انفاق، اطعام اور ضرورت مندوں پر صدقہ و خیرات کی ترغیب دیتا ہے اور ایسا کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے۔ انصار کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ کریم نے فرمایا:

وَيَؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَاصَّةً۔ (سورۃ الحشر: آیت ۹)

”اور وہ اپنی ذات کے مقابلے مہاجرین کو ترجیح دیتے اگرچہ خوفناکہ میں ہی ہوں۔“

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل رہ و مؤمنین کے بارے میں ارشاد ہوا۔

وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حَبَّهِ مَسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ (سورۃ الدھر: ۸)

”اور وہ کھانا کھلاتے رہتے ہیں مسکینوں، قیمتوں اور غربیوں کو اللہ کی محبت سے۔“

علاوه ازیں متعدد آیات و احادیث میں غرباء و مسکینوں اور حاجتمندوں پر خرچ کرنے کی ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے۔ اور اس امر کو ”دین“ کی تکذیب کے مترادف ٹھہرایا گیا ہے کہ ایک

☆ لا اجتہاد عند ظہور النص ☆ نص کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں ☆
موسوعہ فہارس مجلات علمیہ ایڈنریشنز ایڈنریشنز ایڈنریشنز

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۷۳ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

آدمی کسی یتیم و مسکین کی دلچسپی یا حاجت باری کے بجائے اسے دھکے دے کر اپنے گھر سے نکال دے اتنا سنگدل اور بیدرد ہو کہ نہ خود انہیں کھلانے اور نہ ہتی دوسروں کو اس بات پر آمادہ کرے۔

سورۃ الماعون میں ہے:

ارءٰ يَتٰ الَّذِي يَكْذِبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْبَيْتَمِ ۝ وَلَا يَحْضُ عَلٰى طَعَامِ الْمُسْكِنِ ۝ (سورۃ الماعون: ۱-۳)

”بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جو روز جزا کو حملتا ہے؟ سو وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کے لئے کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔“

غرض اسلام اولاً اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے امارت و غربت کے طبقاتی احساس کو مٹا کر اخوت، بھائی چارے، ہمدردی، غنواری، خیرخواہی اور مواسات کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ اسلام ایسے انسانی معاشرے کا خواہاں ہے جس میں معذور و ذمی استطاعت اور غرباء و امراء میں باہمی تکالیف و تعاون اور ہمدردی کی ایسی فضائل قائم رہے جس میں غریب و مبتلہ کو اپنی غربت و افلاس کا احساس ہی نہ ہونے پائے اس کی جملہ ضروریات باحسن طریق پوری ہوتی رہیں اور اس کے دل میں امراء کے خلاف کبھی بھی آتش حدنہ بھڑکے۔ اور اس طرح معاشرہ ایک خاندان کے چھوٹے بڑے افراد کی مانند باہم مل جل کر پیار و محبت اور اطمینان و سکون سے زندگی گزارے۔ یہ بات عدل و انصاف اور اسلام کے مزاج کے خلاف ہے کہ کمزور و نادار افراد بھوکے رہیں، اور فقراء و مسکین خورد و نوش اور لباس و رہائش کی بنیادی ضروریات زندگی سے محروم رہیں ایک طبقہ عیش و عشرت، تیغثات، عیاشیوں، فضول خرچیوں اور نگ ریلوں میں مصروف ہوا سے اپنی زمینوں آمد نہیں اور دولت کا صحیح اندازہ ہی نہ ہوا اور دوسرا طبقہ تاں جو یہ کوترستا ہو مناسب خوارک لباس اور ضروری تعلیم سے بھی محروم ہو۔ ایک طبقہ کے شکاری کتوں کی خوارک کے لئے دلی گھنی ان کی ماش کے لئے بادام روغن، آرام کرنے کے لئے ریشمی رضاشیاں اور علاج کے لئے اسپیشلسٹ ڈاکٹرز ہوں اور دوسرا طرف غرباء و مسکین اور ان کے لخت جگہ مناسب علاج نہ کر سکنے، معقول ڈاکٹر سے مشورہ نہ کر سکنے اور دوائی کے لئے اخراجات نہ رکھنے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں اور ان کا کوئی پر سان حال نہ ہو۔ ایک گروہ کے ہر ہر فرد کے پاس سفری سہیلوں کے لئے ایکرندیشنڈ گاڑیاں ہوں اور دوسرے لوگوں کے پاس باکیمل تک موجود نہ ہو۔ امیر خاندانوں کے لئے میلوں میں پھیلی ہوئی محل نما فلک بوس اور

☆ الاجتہاد لا ینقض بالاجتہاد ☆ اجتہاد اجتہاد کے ساتھ باطل نہیں ہو گا ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فتنہ اسلامی ۳۸۶ رجب البر جب ۱۴۲۳ھ ستمبر ۲۰۰۳ء

شاندار کٹھیاں ہوں ان میں چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر فرد کے لئے تمام ضرورتوں اور آسائش
تعمیثات سے پر علیحدہ علیحدہ کرہے ہو۔ ڈائینگ روم الگ ہو۔ ٹی وی لائن الگ ہو، اسٹڈی روم الگ
ہو، تفریح کے لئے لان پارک اور باخیچے الگ ہوں، گیراج میں ہر کمین کے لئے الگ الگ گاڑیوں کی
قطاریں لگی ہوں۔ ان کے باور پی خانوں میں ہمہ وقت ہر موسم کے مطابق انواع و اقسام، زنگارنگ
اور مرغن قسم کے کھانے پینے کے سامان تیار ہوں۔ ان کے اپنی اور صندوق طرح طرح کے نیس
سوٹوں اور کپڑوں سے بھرے پڑے ہوں، ان کے گھر رات کو بھی دن کا نظارہ پیش کرتے ہوں۔
معاشی دوڑ اور تگ و دو میں ترقی کے لئے قرضے اور دیگر سرکاری مراعات ان ہی کے لئے ہوں اور
ان کے مقابلے میں انہی کے شہر میں انہی کے محلے میں انہی کی بستی میں اور انہی کے ملک میں بیشمار
ایسے لوگ خاندان اور گھرانے موجود ہوں جن میں دس بارہ افراد پر مشتمل خاندان کے سرچھانے
کے لئے ایک جھونپڑی تک نہ ہو۔ اور اگر کسی گھرانے کے لئے "تین مرلہ" یا "پانچ مرلہ" ایکیم کے
ایریے میں کوئی چھوٹا موتا اور ٹوٹا پھوٹا مکان ہو تو ایک ایک کمرے میں ماں باپ بچے اور شادی شدہ
نو جوان میاں یہوی اکٹھے رہنے پر مجبور ہوں، جوں جولائی کی گرمی اور چشم میں جب سارا دن محنت
مزدوگی کر کے اور سرمایہ داروں کی فیکٹریوں اور جا گیر داروں کی زمینوں میں بے گار کا خون پینہ
دے کر شام کو واپس تھکے ماندے لوٹیں تو پینے کے لئے فربیجوں کی برف اور خوشدا آنکہ مشروبات تو
کجا ٹھنڈا اور صاف پانی بھی مہیا نہ ہو۔ مرغ پلاٹ، گوشت بریانی تو بہت دور کی چیزیں ہیں انہیں
روکھی سوکھی دال روٹی بھی صحیح مقدار اور مناسب معیار میں مہیا نہ ہو۔ ان کے نوہنہاں لوں کی قسمت میں
علم کے حصول کی بجائے بڑوں کے حق تازہ کرنا اور زندگی بھر جھڑکیں کھا کھا کر اور گالیاں سن سن کر
مفت میں خدمت کرنا ہوان کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے کوئی ڈھب کالباس نہ ہو۔ سردیوں سے
بچنے کے لئے ان کے لئے صرف "لنڈا بازار" رہ گیا ہو۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور عزت کی روٹی
کمانے کے لئے ان کے واسطے سرکاری طور پر کوئی قرضہ اور رعایت نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال کم
از کم ایک اسلامی معاشرے میں اس چیز کی کوئی گنجائش اور جواز نہیں کہ صورت حال کچھ یوں ہو۔

ہے اوہر بھی آدی، ہے اوہر بھی آدی

اس کے جوتے پر چک اُس کے چہرے پر نہیں

ہلکا اتر کو اقولی بخبر الرسول ﷺ کا محدث شریف کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو (ابو حنیف) ۷

اع
ن
ک
ل
م
ل
م
ن
ک
ن
ک
ن
د
ن
ت
م
یں
ت تو
بیں
میں
ن کر
سے
روئی
ل کم

علیٰ و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رجب المرجب ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

فقراء کا حق:

اسلام نے اگرچہ جگہ جگہ اور بار بار اہل ثبوت اور دولتمند حضرات کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی ہے۔ انہیں فقراء و مساکین، بیانی، بیوگان اور نادار و کمزور لوگوں کی امداد اور فلاح و بہبود پر اہم اہارا ہے ان کے ساتھ مالی تعاون کی ترغیب اور شوق دلایا ہے اور اس امداد و تعاون اور کار خیر پر دنیا و آخرت میں بہترین صلے کا وعدہ فرمایا ہے ترغیبی اور تحریصی ہدایات سے قرآن و سنت بھرے پڑے ہیں اور اسلام نے زیادہ تر اس مقصد کو انہی ترغیبی ہدایات اور اختیاری احکام کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کی ہے تاہم جس ذات نے اسلام کو بطور دین انسانوں کے لئے پسند کیا ہے وہ انسان کی خالق ہے اور وہ انسان کی نفیسیات اور طبیعت و فطرت سے بھی واقف ہے کہ ان الانسان خلق هلوغًا ۵ اذا مسه الشر جزوغا ۵ و اذا مسه الخير منوغا ۵ (سورہ المارج: ۱۹-۲۱)

”بلاشہ انسان بے ہمت اور لاچی و بخیل بیدا کیا گیا ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فرع کرنے لگتا ہے اور جب اسے خوشحالی ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

و احضرت الانفس الشح. (سورۃ النساء: ۱۲۸)

”اور انہی طبیعتوں میں بخل رکھ دیا گیا ہے۔“

اس لئے اس نے صرف ترغیب و تحریص پر اکتفا نہیں کیا اور محض انفرادی و اختیاری صدقہ و احسان پر انہصار کر کے معاشرے کے ننگ دست، مجبور، محروم المعيشت، زندگی کی دوڑ میں کسی طرح پیچھے رہ جانے والے اپاہجوں کمزوروں اور نادار افراد کو اہل ثبوت کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا بلکہ ان کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے اہل ثبوت کے ماں میں قانونی طور پر غرباء کی مالی اعانت کے لئے کچھ لازمی حقوق رکھے ہیں۔ اور اللہ کے نائب یعنی خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ اہل ثبوت اگر از خود ان حقوق کو ادا نہیں کر رہے تو ان کی ادائیگی پر انہیں قانوناً مجبور کرے۔

اصحابِ ثبوت لوگوں کے اموال میں واجبی اور لازمی حقوق میں سب سے بڑا ہم اور ضروری حق ”زکوٰۃ“ ہے جسے نبی اکرم نے اسلام کا ایک ”بنیادی رکن“ قرار دیا ہے۔ جسے تلیم کئے

☆ قال الإمام الشافعى رحمة الله تعالى : امن الناس علىَّ في الفقه محمد بن حسن

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۱۴۲۲ھ رجب المرجب ۲۰۰۳ء
بینیگی کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا ہے ہر قیمت پر وصول کیا جاتا ہے۔ اور جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں آخرت کے دردناک اور دامنی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اس کا اولین مقصد ہی یہ ہے کہ اس کے ذریعے فقراء و مساکین کی منگدتی اور محتاجی کا ایسے باعزت طریقے سے علاج کیا جائے جس سے ان کی عزت نفس مجنوح نہ ہو۔ زکوٰۃ کے ہشتگانہ مصارف میں فقراء و مساکین کو اولین حیثیت حاصل ہے۔ بعض مقامات پر تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا مصرف ہی پہلیا ہے کہ اسے فقراء و مساکین برخیچ کیا جائے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو میں سمجھتے وقت فرمایا:

تؤخذ من أغنياءهم وترد على فقراءهم. (١)

”یہ زکوٰۃ ان (اہل بیت) کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور وہاں کے فقراء پر خرچ کر دی جائے گی۔“

نقد روپیہ، مال تجارت، سونا چاندی، زرعی پیداوار اور مویشی پرسال میں ایک دفعہ مقررہ شرح سے زکوٰۃ کے علاوہ ایک دوسرا قسم کی زکوٰۃ بھی ہے جو افراد اور اشخاص پر لگتی ہے اسے زکوٰۃ فطرہ یا فطرانہ کہتے ہیں۔ یہ واجب زکوٰۃ اختتام رمضان اور عید الفطر کے آنے پر عائد ہوتی ہے۔ صدقۃ الفطر کے واجب کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے مساکین کے کھانے پینے اور انہیں عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کا اہتمام کیا جاسکے۔ (۲)

علاوه ازیں غرباء و مساکین ضرور تندوں اور حاجتمندوں کی مالی اعانت کے لئے اسلام نے اور بھی ایک واجبی اور لازمی شکل متعین کی ہیں مثلاً قسم توڑنے کی کفارے کی ایک شکل ہے۔ فکفارتہ اطعام عشرہ مساکین من او سط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم.

(سورة المائدہ: ۸۹)

”سواس کا کفارہ دس میکینوں کو او سط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو دیا کرتے ہو اُنہیں کیڑا دینا۔“

اسی طرح ظہار کے کفارے اور رمضان کا روزہ توڑنے کی سزا کے طور پر ساٹھ مکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہے۔ علی ہذا القیاس مناسک حج کے دوران بعض کوتاہیوں پر ”دم“ کے نام سے مالی جرمانے اور عید الاضحیٰ کے دن اصحاب ثروت پر قربانی کو لازم تھرایا گیا ہے۔ دفینوں اور مالی غنیمت میں خس، مال فی اور غیر مسلم رعایا پر جذبیہ اور خراج وغیرہ سب غرباء کی مالی اعانت کے

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصح نہیں دیکھا (امام محمد نور لیں شافعی) ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رجب الرجب ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء ۲۱

ذریعے ہیں۔ ان تمام چیزوں کی تفصیلات اور متعلقہ مسائل تو ہمارے موضوع سے خارج ہیں تاہم اتنی بات یقینی ہے کہ ان تمام شرعی احکام سے مقصود غرباء مساکین کی مالی حالت کو سدھارنا، بہتر جانا اور معاشرے میں انہیں ایک باعزت مقام دلوانا ہے۔ اور اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ مندرجہ بالا ذرائع آمون کو بروئے کار لائ کر غرباء و مساکین اور محروم المعيشت لوگوں کی معقول گزران اور بسراوقات کا انتظام کرے۔ اور اس کی حدود کے اندر بننے والا انسان تو کجا کوئی ذی روح اور جاندار بھی بھوکا نہ مرے۔ اسلام کے نامور اور مایہ ناز خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی ریاست اور اسلامی حکومت کے معاشری مقاصد کو اپنے ایک مختصر قول میں جس عمدگی سے واضح کیا ہے اس سے بڑھ کر کوئی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ فرمایا:

لو مات جمل جياعا على شط الفرات الخشيت ان يسألني الله عنه۔ (۱)
”اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ بھی بھوکا مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلبی کرے گا۔“

زکوٰۃ کے علاوہ حق:

مندرجہ بالا تمام لازمی اور واجبی ذرائع و مسائل کو بروئے کار لانے کے باوجود بھی اگر معاشرے کے ضرورت مند اور مغلوب الحال لوگوں کی ضرورتیں پوری نہ ہوں تو اسلام اس بات کو جائز قرار دیتا ہے اور اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اصحاب ثروت کے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی نیکس لگائے جائیں۔ کیونکہ مال میں صرف ”زکوٰۃ“ ہی لازم نہیں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں۔ سورۃ الذاریات میں متفقین کے اوصاف اور مدح بیان کرتے ہوئے اللہ کریم نے فرمایا:

و فی اموالہم حق للسائل والمحروم (الذاریات: ۱۹)

”اور ان کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی (سب) کا حق رہتا ہے۔“
اس آیت کے ماتحت امام رازی، قرطبی اور علامہ آلوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہاں حق سے مراد ”زکوٰۃ“ نہیں بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ حق ہے جس پر ان کی مدح و ثناء کی جا رہی ہے ورنہ ”زکوٰۃ“ تو کوئی امتیازی وصف نہیں یہ تو سارے مسلمان دیتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی مالدار آدمی پر مزید اتفاقی مال کی ذمہ داری باقی رہتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول

☆ قال الشافعی رجمہ اللہ تعالیٰ : الفقهاء کلمہ عیال ابی حنفیہ فی الفقہ ☆
موسوعہ فهارس مجلات علمیہ | دینی رشتہ انجمن و جریدہ کا جامع اشاریہ

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رجب المرجب ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

کی صراحت فرمادی ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت علیہ الکریمہ والصلیم سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

ان فی المال لحقاً سوی الزکوٰۃ (۱)

”بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔“

اس کے بعد بطور استدلال آپ نے سورۃ البقرہ کی آیت لیں اُبَّرَ أَنْ تُؤْلُوا
وَجُوْهَهُكُمْ إِلَيْهِ (آیت: ۷۷) تلاوت فرمائی۔ کیونکہ اس آیت میں ”وَ اَتَى الرَّزْكَوٰۃَ“ کا عطف
”اَتَى الْمَالَ عَلَیٰ حُجَّةً“ پر ہے اور ظاہر ہے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ہمیشہ مفارکت ہوا
کرتی ہے۔ دوسرے اس آیت میں پہلے خلویش واقارب یتامی اور مساکین کو مال عطا کرنے کو نیکی
کہا گیا ہے اس کے بعد اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے جو بجائے خود نیکی اور تقویٰ
کے عناصر و اركان ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خلویش واقارب اور مساکین وغیرہ پر خرچ کرنا
زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔

مزید انفاق کی حدود:

رہایہ سوال کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اہل ثروت پر مزید انفاق کی کیا حدود ہیں؟ تو اس
سلسلے میں قرآن نے اصول یہ بتایا ہے کہ مزید انفاق کا تعلق ذاتی الامال و اموال کے صرف اسی حصے
سے ہے جو انسان کی اپنی، اپنے اہل عیال اور اپنے زیر کفالت لوگوں کی ضروریات سے فاضل ہو۔
شریعت کے کسی حکم میں تنگی نہیں۔ تکلیف مالا لیاطلاق اسلام کا مزاج ہی نہیں۔ کوئی آدمی اس بات کا قطعاً
مکفف نہیں کہ وہ اپنے بال پکوں اور اپنے زیر کفالت لوگوں کو بھوکا پیاسا چھوڑ کر اور انہیں بھیک منگانا
کر دوسرے اہل حاجت کی حاجت روائی اور صدقہ و خیرات میں مصروف ہو اور خود در بدر بھیک مانگتا
پھرے۔ یہ حوصلہ ہر انسان کا نہیں ہو سکتا ہے۔ عام اصول یہ ہے:

وَ يَسْأَلُونَكَ مَا ذَا يَنْفَقُونَ قُلِ الْعَفْوُ ط (سورۃ البقرہ: ۲۱۹)

”اور یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں آپ فرمادیں کہ جو کچھ (تمہاری
انی ضروریات سے) فاضل ہو۔“

۱۔ ترمذی شریف ابواب الزکوٰۃ، ص: ۱۱۹، طبع نور محمد کراچی۔

علیٰ و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی (۲۳) رجب الرجب ۱۴۲۲ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

اکثر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ آیت حکم زکوٰۃ سے منسوخ ہے تاہم کئی علماء کا کہنا ہے کہ

ہی محکمہ و فی المال حق سوی الزکوٰۃ (۱)

یعنی یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ حکم ہے اور اس کا ثبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

ارشاد ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

امام ابو عبید القاسم بن سلام جنہیں اسلامی معاشیات اور مالیات میں ایک سند کا درج حاصل ہے، نے بھی کتاب الاموال حصہ دوم اردو ترجمہ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلام آباد کے صفحہ نمبر ۹۶ تا نمبر ۹۳ میں آیات و احادیث فقهاء صحابہ اور فقهاء تابعین کے حوالے سے اسی بات کو ثابت کیا ہے کہ امراء کے اموال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غرباء کے حقوق ہیں تفصیل اور مزید اطمینان کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

علمی دنیا کی ایک اور معروف اور نامور شخصیت علامہ یوسف القرضاوی نے امام رازی کے حوالے سے اغیانیاء کے فاضل اموال میں فقراء کے حق کا کیا تعلق ہے اور کیوں ہے؟ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ قابل مطالعہ ہے لکھتے ہیں:

”پہلی بات یہ ہے کہ کسی انسان کو اگر بقدر ضرورت مال مل جائے تو وہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ اسے اپنے قبضے میں رکھے، کیونکہ دوسرے ضرورت مندوں کی طرح اسے بھی مال کی ضرورت ہے۔ براس صورت میں صاحب مال کا حق دوسروں پر مقدم ہے۔ البتہ جب مال اس کی ضرورت سے زائد ہو اور کوئی دوسرا حاجتمند انسان بھی موجود ہو، تو یہاں دو اسباب ایسے جمع ہو جاتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ جہاں تک مال کے مالک کا تعلق ہے اس نے حصول مال میں چونکہ محنت و کوشش کی ہے اس لئے اس کا اپنے مال کے ساتھ ایک دلی تعلق ہے اور جہاں تک غریب و محنت کا تعلق ہے، اسے پچونکہ مال کی ضرورت ہے اس لئے وہ بھی مال کے ساتھ ایک قائم کا تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ دو متقاد اسباب اکٹھے ہو جائیں تو پھر حکمت الہم کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں اسباب میں ہر سبب کا امکان بھر لخواز رکھا

۱۔ القرضاوی: الجامع لاحکام القرآن: ۳: ۲۱-۲۲، طبع قاهرہ۔

علی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رجب المرجب ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء ☆ ستمبر

جائے۔ چنانچہ کہا جائے گا کہ مالک کو چونکہ اپنے مال پر حق اکتساب اور دلی تعلق کا حق حاصل ہے اور فقیر بے نو اک صرف حق احتیاج، لہذا ہم مالک کے حق کو اس حد تک ترجیح دیں گے کہ اسے مال کے پیشتر حصے پر قابض رہنے دیں گے اور غریب کو اس میں سے ایک حصہ دلوائیں گے تاکہ دونوں کوتاحد امکان مطمئن کیا جاسکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی مالدار اپنی اصل ضروریات سے زیادہ مال کو رو کے رکھے اور مال جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس سے پورا نہ کیا جائے تو یہ ایک طرح سے اللہ کی حکمت تکوینی کو ظہور پذیر ہونے سے روکنے کی کوشش ہوگی جو بالکل جائز نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مال کا ایک حصہ غریبوں کی طرف لوٹا دیا جائے تاکہ یہ حکمت الہی معطل نہ ہو کر رہ جائے۔

تیسرا بات یہ ہے کہ فقراء و مساکین اللہ کا کنبہ ہیں اور اماء و اغنياء اللہ کے خزانی ہیں کیونکہ ان کے پاس جو مال ہے وہ سب اللہ کا ہے اور یہ بات قرین قیاس ہے کہ کوئی مالک اپنے خزانی سے کہے کہ میرے خزانے میں سے کچھ مال میرے کنبے کے غباء و مساکین کو دے دے۔ (۱)

اپنی اصل ضرورت سے زائد مال میں غباء و مساکین کے "حق" کے پائے جانے کے بارے میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر المثال نے ایک عقلی اور منطقی دلیل دی ہے۔ یہ دلیل بھی انجامی قابل توجہ ہے، فرماتے ہیں:

جملہ اشیاء عالم بدیل فرمان واجب الازعان "خلق لکم ما فی الارض جمیعاً" تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں یعنی غرض خدا وندی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حواج جملہ ناس ہے اور کوئی شے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک خاص نہیں۔ بلکہ ہر شے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بعید رفع نزاع و حصول اتفاق فتنہ کو علت ملک مقرر کیا

۱۔ مشکلۃ الفقر و کیف عالیحنا الاسلام (اردو ترجمہ)، ص ۸۲، طبع البدر ہمبلکیشنز، لاہور۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۳۵۴ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

گیا اور جب تملک کسی شے پر ایک شخص کا قبضہ تامہ مستقلہ باقی رہے اس وقت تملک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا۔ ہاں خود مالک و قابض کو چاہئے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اور وہ کے حوالے کر دے کیونکہ باعتبار اصل دونوں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال کشیر حاجت سے بالکل زائد مع جمع رکھنا بہتر نہ ہوا گو رکوٹہ بھی ادا کر دی جائے اور انبياء و صلحاء اس سے بغايت مجتبى رہے۔ چنانچہ احادييث سے یہ بات واضح ہوتی ہے بلکہ بعض صحابہ و تابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرمایا۔ ہر کیف غیر مناسب و خلاف اولیٰ ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ زائد علی الحاجت سے تو اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور اور وہ ملک ”من وجہ“ اس میں موجود تو گویا شخص مذکور من وجہ مال غیر پر قابض و متصرف ہے اور اس کا حال بعضہ مال غنیمت کا ساتھور کرنا چاہئے وہاں بھی قبل تقسیم یہی قصہ ہے کہ کل مال غنیمت تمام مجاہدین کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت و حصول اتفاق ”بقدر حاجت“، ہر کوئی مال مذکور سے مشفع ہو سکتا ہے۔ ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہے اس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہئے (یعنی خائن شمار ہو گا)۔^(۱)

جب کچھ لوگ محتاج اور ضرورت مند ہوں تو اس وقت اپنی ضرورت سے زائد مال دے دینے کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمایا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ:

بینما نحن في سفر مع النبي صلی الله علیه وسلم اذ جاءه رجل على راحلة له، قال فجعل تصرف بصره، يميناً و شملاً فقال رسول الله من كان معه فضل ظهر فليعدبه على من لا ظهر له، ومن كان له، ففضل من زاد فليعد به على من لا زاد له، قال فذكر من اصناف المال ما ذكر حتى رأينا انه لا حق لاحد منافي فضل^(۲)

۱۔ مولانا حافظ الرحمن سیوطہ راوی: اسلام کا اقتصادی نظام: ۳۲-۳۳، مطبوعہ دہلی (حوالہ ایضاح الادل: ۲۲۸)

۲۔ صحیح مسلم (کتاب المقط)، ج ۲، ص ۸۱، طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

علمی و تحقیقی مجلہ فرقہ اسلامی ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء ۱۴۲۴ھ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

”ایک دفعہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک جگہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار آپ کے پاس آیا اور (سوال بھری نگاہوں سے) دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ نبی اکرم نے اس کی اس احتیاجی کو دیکھا تو صحابہ کرام سے فرمایا جس آدمی کے پاس فاضل سواری ہو وہ وہ سواری اس آدمی کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل زادراہ ہے وہ اس بھائی کو دے دے جس کے پاس زادراہ نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ نے مختلف قسم کے اموال کا ذکر اسی طرح کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے فاضل مال میں کوئی حق نہیں۔“

یہ روایت سنن البی داود کتاب الزکۃ باب حقوق المال میں بھی الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔ اس روایت میں ”فَلَيْدَ بْهُ“ کے الفاظ بڑے قابل غور اور معنی خیز معلوم ہوتے ہیں۔ ”فَلَيْدَ بْهُ“ یا ”لَيْدَ بْهُ“ فرمایا کہ فاضل سواری یا تو شکر کو اس آدمی کو ”عطاء“ کر دو جس کے پاس سواری یا تو شکر نہیں بلکہ ”فَلَيْدَ بْهُ“ کے الفاظ ہے حکم دیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ وہ فاضل چیز کو ”لوٹا دے“ اور کسی کی طرف ”لوٹانے“ کا مطلب یہی ہے کہ وہ چیز اسی آدمی کے پاس سے آئی ہوئی تھی۔

یہ بات اوپر واضح ہو چکی ہے کہ فرد کی ضرورت سے زائد مال پر بقدر ضرورت غرباء و مساکین کا حق شرعاً ثابت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنے قول و عمل سے اسی بات کو ترجیح دی ہے اور یہی بات پسند فرمائی ہے کہ مشکل تکلیف تنگی اور عام افلات میں افراد کو یہ بھول جانا چاہئے کہ ان کے پاس جو زائد ضرورت مال ہے وہ ان کی ذاتی ملکیت ہے اور باہم تعاون اور موساوات کے ذریعے اللہ کی مخلوق اور اپنے بھائی بندوں کو اس مصیبت اور پریشانی سے نکالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت ابو مویی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلے کی صرف زبانی کلامی نہیں بلکہ عملی ایثار و موساوات اور ان کے عام معمول کی ایک مثال دیتے ہوئے ان کے عمل کو اپنی خوشنودی کی سند عطا فرمائی، فرمایا:

ان الاشعريين اذا ارملوا في الغزو او قل طعام عيالهم بالمدية جمعوا ما كان عندهم في ثوب واحد ثم اقسموا بينهم في ابناء واحد بالسوية فهم متى وانا منهم. (۱)

۱۔ بخاری شریف (کتاب الشرک)، ح ۳۸، طبع کرزن پریس، دہلی۔
موسوعہ فہارس مجلات علمیہ | دینی رشتہ انجمن و جماعت کا جامع اسٹاریٹ

علی و تحقیق مجلہ فقہ اسلامی ۱۳۷ رجب المربج ۱۴۲۲ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

”بے شک اشعری قمیل کے لوگوں کا جب سفر جہاد میں تو شر ختم ہو جاتا ہے یا مدینہ منورہ میں ان کے اہل و عیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس (مجموعی طور پر) جو کچھ ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں آٹھا کر لیتے ہیں پھر اسے ایک برتن کے ذریعے آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں لہذا لوگ مجھ سے ہیں (یا میرے ہیں) اور میں ان میں سے ہوں (آنکا یہ عمل میرا عمل ہے)“ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنیادی ضروریات زندگی کی قوت لا یہوت جس پر انسان کی زندگی کا دارود مدار ہوتا ہے، کی فراہمی میں مساوات ہی کو پسند فرمایا ہے اور یوں حق معیشت میں اغذیاء اور محروم المعیشت لوگوں کے برابر ہونے کی تلقین فرمائی ہے۔ معروف جدید شاعر احمد شوقی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غریب پرور پالیسی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

- انصفت اهل الفقر من اهل الغنى فالكل فى حق الحياة سواء
 فلو ان انسانا تخbir ملة ما اختار الا دينك الفقراء
 الاشتراكيون و انت امامهم لو لا دعوى القوم والعلوه
 ۱۔ ”اے نبی محتشم! آپ نے غریبوں کو اہل ثروت سے پورا پورا انصاف کر کے ان کا حق دلوایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ سارے انسان (غرباء و اماء) حق زندگی میں برابر ہیں۔ حق معیشت میں ان کے درمیان کوئی تفاوت نہیں۔
 ۲۔ اگر کوئی آدمی اپنی مرضی سے کسی دین کو اختیار کرے تو یہ بات یقینی ہے کہ کم از کم فقیر لوگ تو آپ کے دین ہی کو اختیار کریں گے۔
 ۳۔ اشتراکی اور سو شلسٹ لوگ اگر بے جادو ہے نہ کریں اور اپنے فلسفے میں غلو سے کام نہ لیں تو آپ ان کے امام ہیں۔“

ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب استطاعت مهاجرین و انصار کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ جن لوگوں کے پاس مال نہیں ہے اور نہ ہی ان کا کوئی قریبی عزیز ہے تو وہ کہاں جائیں؟ فرشتے تو ان کی ضروریات کا انتظام نہیں کریں گے وہ تمہارے مسلمان بھائی ہیں لہذا ان بے سہارا لوگوں کی امداد کرو۔ انہیں اپنے ساتھ ملاو اور اس طرح ان کی مددگاری اور مغلوق الحالی کا علاج کرو۔ امام غزالی کی ”الاسلام والمناج الاشتراكية“ کے حوالے سے معروف محقق اور ماہر

کیا آپ کو معلوم ہے کہ : ☆ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فہرست اسلامی ہے ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۲۰۰۳ء ☆ ستمبر ۱۴۲۴ھ رجب المرجب (۲۸)

معاشیات ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے یہ روایت لکھی ہے۔

عن جابر بن عبد الله انه قال النبي صلى الله عليه وسلم : يا معاشر المهاجرين والانصار ان من اخوانكم من ليس له مال ولا عشيرة فليضم احدكم اليه الرجلين والثلاثة قال جابر فضمنت الى اثنين او ثلاثة ومالى الا عقبة كعبة احدهم من جملـي . (١)

”حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے مہاجرین و
النصاریٰ جماعت! تمہارے بعض بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ کوئی مال ہے اور نہ ان کا کوئی قبیلہ
ہے (کہ ان کی عگھداشت کرے لبنا تمہیں چاہئے کہ ایک آدمی ان میں سے دو تین آدمیوں کو اپنے
سامنہ (کھانے پینے اور کاروبار وغیرہ میں) شریک کرے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے
سامنہ دو یا تین آدمیوں کو مولانا حالانکہ میرے پاس بھی دوسرے لوگوں کی طرح صرف اونٹوں کا ایک
گلہ تھا۔“

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق پیان کرتے ہیں کہ:

ان اصحاب الصفة كانوا ناسا فقراء و ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من كان عنده طعام اثنين فليذهب بثالث ومن كان عنده طعام اربعة فليذهب بخامس او سادس . (٢)

”اصحاب صفاتی لوگ تھے ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: جس آدمی کے پاس دوآدمیوں کا کھانا موجود ہو وہ (اصحاب صفاتی میں سے) تیرے آدمی کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو لے جائے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی عادلیت، منصفانہ اور ہمدردانہ پالیسی پر یوقت ضرورت صحابہ کرام نے بھی عمل کیا۔ یعنی جب کچھ لوگوں کے پاس ضرورت سے زائد تھا اور بعض ایسے تھے مبنی کے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو ایسے حالات میں پیش آمدہ مشکل اور تنگی سے نکالنے کے لئے فاضل

۱- ذاکر نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریہ ملکیت: ۲: ۲۲۲، طبع اسلامک پبلیکیشنز، لاہور ۱۹۶۸ء۔

-٢- ابن حزم: الحلي، جلد ٣، ص ٣٥٣، مسلسل نمبر ٢٥٧، طبع مصر.

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی رب الرجب ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء ستمبر ۴۲۹

سامان یا خوراک میں سب برا بر کر دیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو اس لشکر کا امیر فرمایا یہ لشکر تین سو افراد پر مشتمل تھا اور میں (جابر بن عبد اللہ) بھی ان میں شامل تھا۔ ہم مدینہ منورہ سے چل پڑے راستے میں ایک جگہ ہمارا زادراہ ختم ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے لشکر یوں میں سے جس کے پاس جو کچھ زادراہ تھا لے کر جمع کر لیا تو یہ بھور کے دو تھیلے بن گئے۔ آپ ہمیں تھوڑا تھوڑا کر کے روزانہ کھانے کو دیتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا اس دوران میں صرف ایک ایک بھور ملا کرتی تھی..... (۱)

زمانہ قحط میں امیر المؤمنین سیدنا فاروق عظیم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ تہبیہ کر لیا تھا کہ آئندہ سال تک اگر قحط سالی ختم ہوئی تو ہر کھاتے پیتے گھرانے میں ان کی تعداد کے برابر مزید مفکوک الحال اور قحط کے شکار افراد کو داخل کر دیں گے تاکہ سب لوگ بلا کست سے فتح جائیں۔ (۲)

یہ الگ بات ہے کہ اللہ کریم نے کرم فرمایا اور قحط سالی دور ہو گئی اور سیدنا فاروق عظیم کو اپنے اس پختہ ارادے کو عملی جامد پہنانے کی نوبت پیش نہ آئی۔

حضرت عمر فاروقؓ کا ایک اور قول ابن حزم نے یوں لکھا ہے:

لو استقبلت من امری ما استد برت الاخذت فضول اموال الاغنياء
فقسمتها على فقراء المهاجرين۔ (۳)

”جس بات کا اندازہ مجھے اب ہوا ہے اگر اس کا اندازہ پہلے سے ہو جاتا تو میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور بلاشبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء مہاجرین پر تقسیم کر دیتا۔“
ان غنیاء کے اموال میں فقراء کا کتنا حق ہے؟ اور کتنا ضروری ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں اس پر کتنی وعید ہے؟ اس کا اندازہ باب الحلم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

ان الله تعالى فرض على الاغنياء في اموالهم بقدر ما يكفي فقراء هم فان

- ۱۔ بخاری شریف، (کتاب الشکر)، ج ۱، ص ۳۳۷، طبع کرزن پرنس، دہلی۔
- ۲۔ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ، ۳-۳۱۶، ۳-۳۱۷، طبع بیروت، ۱۹۸۷ء۔
- ۳۔ ابن حزم: الحکی، جلد ۲، ص ۲۵۵، (مسئلہ نمبر ۲۷۸)، طبع مصر۔

☆ لام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۸۰ھجری اور سن وفات ۱۵۰ھجری ہے ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۵۰۰ء رجب المربج ۱۴۲۳ھ ستمبر ۲۰۰۳ء
جماعاً او عروا و جهدوا فبمنع الاغياء و حق على الله تعالى ان يحاسبهم يوم القيمة و
يعذبهم عليه۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے اہل دولت پر ان کے اموال میں ان کے فقراء و مساکین کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔ پس اگر فقیر لوگ بھوکے شنگے یا معاشی تنگی میں مبتلا ہوں گے تو اس لئے ہوں گے کہ اغیاء نے ان کے حق کو روک لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ یہ امر لازم ٹھہرا کر کا ہے کہ بروز قیامت وہ ان (امراء) کا محسابہ کرے گا اور فقراء کی اس حق ٹلفی پر انہیں عذاب دے گا۔

اندیش کے مشہور محدث و فقیہ ابو محمد بن حزم نے ”الحکیم“ میں مسئلہ نمبر ۷۲۵ کے تحت آیات احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے اغیاء کے اموال میں فقراء کے حق اور غرباء کو بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنے کی جو ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے، کے بارے میں جو حقیقی فصلہ یا فتویٰ دیا ہے وہ قابل دید ہے فرماتے ہیں:

و فرض على الاغياء من اهل کل بلد ان يقوموا بفقرائهم و يجبرهم
السلطان على ذالك ان لم تقم الزكوات بهم ولا فيسائر اموال المسلمين بهم
فيقام لهم بما يأكلون من القوّت الذي لا به منه ومن اللباس للشتاء والصيف بمثل
ذالك وبمسكير كنهما من المطر والصيف والشمس وعيون المارة (۲)

”اگر کسی علاقے کی رکوٹہ اور مسلمانوں کے اموال فی سے وہاں کے فقراء کی ضروریات زندگی پوری نہ ہو رہی ہوں تو اس علاقے کے اغیاء پر فرض ہے کہ وہ فقراء و مساکین کی کفالات کا انتظام کریں اور اگر وہ از خود ایسا نہیں کرتے تو بادشاہ وقت انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔ لہذا فقراء و مساکین کے لئے اتنی خواراں جس کے بغیر چارہ کا رہنیں، اتنا لباس جو انہیں سردی و گری سے بچائے اور اس قدر مکان جوان کی بارش گری، دھوپ اور سیالب سے حفاظت کر سکے، کا انتظام ہر قیمت پر کیا جائے گا۔“

اس کے بعد ابن حزم نے مصری خط کے تقریباً چار صفحات پر مشتمل قرآن و حدیث اقوال

۱۔ ابن حزم: الحکیم، جلد ۳، ص ۲۵۵، (مسئلہ نمبر ۷۲۵)، طبع مصر۔

۲۔ ابن حزم: الحکیم، جلد ۳، ص ۲۵۲، طبع مصر۔

۳۔ امام بالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۷۷ ہجری میں ہوئی۔

علمی و تحقیقی مجلہ فتنہ اسلامی ۵۱۴ ربیع المرجب ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء

صحابہ پر بُنیٰ بڑا جاندار استدلال کیا ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق کیلئے اصل کتاب سے رجوع کیا جائے۔ مندرجہ بالاتمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کریم نے اہل ثروت اور غنی لوگوں کے اموال میں فقراء و مسَاکین، ضرورت مندوں، حاجت مندوں، بیوگان، بیانی، پابندیوں، مغلوب الحال محروم المعيشت، تنگست اور فقر و فاقہ میں بنتا انسانوں کے بہت سے واجبی اور رضا کارانہ حقوق رکھے ہیں اور ”حق“ وہ چیز ہے جس کا قانوناً مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کریم جہانوں کا پور دگار ہے اور اس نے ہر جاندار کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے۔ وہ اس ذمہ داری کو اپنے نائب اور خلیفہ کے ذریعہ پورا کرنا چاہتا ہے، جس معاشرے میں معاشی توازن اور اعتدال نہیں۔ جہاں کچھ لوگ بنیادی ضروریات زندگی سے ہی محروم ہوں۔ جہاں بعض لوگوں کے پاس رقم حیات باقی رکھنے کے لئے ضروری خورد و نوش کا سامان نہ ہو تو ظاہر ہے وہاں کے اہل دولت لوگ (جیسا کہ حضرت علی الرفقی کا قول ابن حزم کے حوالے سے اوپر گزر) غرباء کی حق تلفی کر رہے ہیں ورنہ ایسی صورت حال پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے ملک جسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، کے اندر جو معاشی ناہمواری، ناصافی، عدم توازن اور عدم اعتدال نظر آتا ہے، اس کی بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ یہاں کے وڈیرے، سرمایہ دار، جاگیر دار، زمیندار، صنعت کار اور بڑے بڑے کاروباری لوگوں پر غرباء و مسَاکین اور بے سہارا لوگوں کی کفالت کے لئے اضافی نیکس تو کجا وہ زکوٰۃ نہ دیں تو بھی ان کی گرفت کے لئے حکومت کے پاس کوئی قانون نہیں۔ بینکوں میں ان حضرات کے کھاتے عموماً ”کرنٹ اکاؤنٹ“ میں ہوتے ہیں اور ”کرنٹ اکاؤنٹ“ میں جمع اربوں کھربوں رقم سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی۔ لے دے کے ”سینیگ، اکاؤنٹ“ کے کھاتوں سے ہر سال کم رمضان کو زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے مگر ان کھاتوں سے بھی کم رمضان سے قبل ہی اکثر لوگ زکوٰۃ سے بچنے کی خاطر پیسہ نکلاویتے ہیں۔ جہاں اہل ثروت از خود پوری پوری زکوٰۃ نہ دیتے ہوں اور نہ ہی حکومت کے پاس وصولی کا کوئی قانون ہو جہاں ہو سرمایہ دار غریب مزدوروں کے خون پسینہ کی راہ سے کمائی ہوئی دولت کو بیرون ملک منتقل کر دیتے ہوں جس پر نہ کوئی زکوٰۃ اور نہ کوئی دیگر نیکس بلکہ سود کی شکل میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا رہتا ہو، پھر باہر سے امداد کے نام پر جو پیسہ آتا ہواں کا برا حصہ بھی اپنے سیاسی اثر و رسوخ سے قرضوں کے نام پر یہی سرمایہ دار لے لیتے ہوں اور بعد میں بلکہ مینگ کے ذریعے معاف بھی کر لیتے ہوں تو وہاں امیر امیر تر اور غریب غریب تر کیوں نہیں ہوگا۔ وہاں سے غربت و امام محمد بن اوریں شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ھ بھری اور سن وفات ۲۰۳ھ بھری ہے ☆

علی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی
رجب المرجب ۱۴۲۳ھ ☆ ستمبر ۲۰۰۳ء
افلاس کا خاتمہ کیسے کیا جائے گا؟

ایں خیال است و محال است و جنوں

اللہ کرے ہماری حکومتوں کو اس طرف توجہ ہوا وہ شریعت کے مطابق ملک کے معاشر نظام کو استوار کریں۔ شریعت یہی چاہتی ہے کہ درجات معیشت میں تقاضت کے باوجود حق معیشت میں مساوات رہے۔ امراء و غرباء میں باہمی ہمدردی خیرخواہی، غنواری، ایثار اور مکافل و تعاون کی ایسی فضائیم ہو کہ اسلامی حکومت میں بینے والا کوئی انسان بغیر کسی تخصیص کے بھوکا پیاسا اور محتاج نہ رہے۔ کوئی آدمی ایسے فقر، تنکدستی اور قلت سے دوچار نہ ہو جس سے بعض اوقات انسان "احسن تقویم" سے گر کر "اعفل ساقلین" میں جا پڑتا ہے جو تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور اخلاقی گراوٹ کا باعث بنتی ہے جس کی وجہ سے انسان کے اندر شریعت کے مطلوبہ اوصاف اور خوبیاں پیدا نہیں ہو سکتیں جو انسان کو بعض اوقات کفرنک پہنچادیتی ہے اور جس سے خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عالی ہمت ذات نے پناہ مانگی ہے۔ بہر حال شریعت کا منتها مقصود یہ ہے کہ

نکتہ شرع میں ایں است و بس
در جہاں محتاج باشد نہ کس

ایک عوامی اسلامی پرچہ دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کے سابق طالبہ کا ترجمان

ماہنامہ کاروانِ قمر کراچی

قرآن و سنت، فقہ و تصوف اور تاریخ و سوانح کے علاوہ
متنوع اسلامی عنوانات پر ہر ماہ مضمایں پیش کرتا ہے۔

زیر ادارت

علامہ محمد صحبت خان کوہاٹی ڈاکٹر نور احمد شاہ تاز

مقام اشاعت : دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی کراچی

فقیہ واحد اشتد علیٰ الشیطان من الف عابد ☆ ایک فقیر شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھملدی ہے